پیر پادشاہ حسینی

ڈاکٹر نور السعید اختر

سنہ ۱۱۰۳ھ تا سنہ ۱۱۷۳ھ

"حیات و کلام"

ڈاکٹر سیدہ جعفر نے دکن کو بجا طور پر اُجالوں کے شہر سے تعبیر کیا ہے. اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ شمیم تصوّف کی گلکاریوں سے مرغزارِ دکن ایک عرصے تک آئینۂ معرفت بنا رہا. تصوّف کے سرمدی نغمے دکن کی وادیوں میں ابرِ رحمت کی طرح گلگشت کرتے رہے. ذات پات، بھید بھاؤ اور مذہبی امتیاز و تفاوت کو دور کرنے کا بیڑہ یہاں کے صوفی شعراء نے اٹھایا تھا. اُن کا دوسرا لائحہ عمل یہ تھا کہ اسلام کی توسیع و اشاعت کی جائے. پیر پادشاہ حسینی بھی صوفیوں کے اسی زمرے سے تعلق رکھتے ہیں.

شاہ تراب علی تراب چشتی مُرید پیر پادشاہ حسینی نے اپنی تمام تصانیف میں کہیں نہ کہیں اپنے پیر و مُرشد کا ذکر کیا ہے. شاہ تراب چشتی نے "گیان سروپ" جو ترجیع بند کی شکل میں. اُنسٹھ ۵۹ بندوں پر مشتمل ہے پیر پادشاہ حسینی کی تعریف و توصیف میں کہی ہے. اپنی طویل نظموں کے علاوہ مختصر نظموں، قصائد اور غزلوں میں بھی ان کی مدح سرائی موجود ہے.

سخاوت مرزا صاحب نے ۱۹۶۰ء میں "دیوانِ سید شاہ حسینی کے زیرِ عنوان" سہ ماہی "اردو ادب" میں ایک مضمون سپردِ قلم کیا تھا. یہ مضمون دراصل پیر پادشاہ حسینی سے متعلق ہے اس مضمون میں پیر پادشاہ حسینی کے مختصر دیوان کے تعارف کے علاوہ ان کے عہد اور سوانح پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے. سخاوت مرزا صاحب کے بیان کے مُطابق پیر پادشاہ حسینی ۱۱۰۳ھ میں

عہدِ عادل شاہ میں بیجاپور میں پیدا ہوئے تھے۔ شاہ تراب چشتی نے "ظہورِ کُل" اور "گلزارِ وحدت" میں پیر پادشاہ حسینی کا خاندانی شجرہ پیش کیا ہے۔ ان دونوں شجروں کا حوالہ ڈاکٹر سیدہ جعفر نے شاہ تراب کی نظم "من سمجھاون" کے مقدمے میں صفحہ نمبر ۳۴ اور ۳۵ پر دیا ہے شاہ تراب کی ایک نو دریافت نظم "چہار پیر و چودہ خانوادہ"[1] میں بھی پیر صاحب کا شجرہ موجود ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

اون کے لختِ جگر نورِ بصر	شاہ بُرہان ہادی رہبر
اون کے فرزند جانشیں ولی	شاہِ شاہان امین الدین علی
اون کے فرزند نورِ عینی ہے	حضرت بابا شاہ حُسینی
اون کے فرزند و جانشینِ حق	ہیں علی پیر ہادیِ مُطلق !
اون کے فرزند جانشین ہمراز	پیر پادشاہ مرشدِ ممُتاز
جس کا فیضِ کلام ہے مشہور	ہادیِ خاص و عام ہے مشہور

شاہ تراب چشتی کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کلام میں پیر پادشاہ حُسینی سے متعلق کئی توصیفی اشعار موجود ہیں۔ جو اس امر کے غماز ہیں کہ پیر صاحب کو رمل، نجوم، منطق، فلسفہ، تصوّف اور حکمت پر غیر معمولی عبور حاصل تھا۔ انھیں عربی، فارسی اور سنسکرت کے علاوہ اہلِ ہنود کے مذہبی عقائد اور فلسفہ پر بھی دستگاہ حاصل تھی۔ اس امر کی تائید شاہ تراب کے اِس بند سے ہوتی ہے ؎

ارے سنکلپ و یکلپ بتلائے	ہور ایڑگلا پنگلا دیکھلائے
ہور اوتپتی سب سمجھائے	او موکشتو توم کی رہ پائے
ناک گرما کر کر (؟) سِلائے	دیودت دھننجیہ بسرائے
جو پیر حُسینی پیارا ہے	اے تراب اوس بلہارا ہے

---

[1] : چہار پیر و چودہ خانوادہ از شاہ تراب چشتی نقل مملوکہ مضمون نگار شعر نمبر ۴۸ تا ۵۴

یہ امر مسلّم ہے کہ پیر پادشاہ حسینی ۱۱۱۵ھ تک بقید حیات تھے کیونکہ اسی سن میں انھوں نے شاہ تراب چشتی کو خرقۂ خلافت سے سرفراز کیا تھا۔ یہاں ایک امر کی وضاحت بھی ضروری ہے ڈاکٹر سیدہ جعفر نے "پنجدہ" سے مُراد پچاس[1] لی ہے۔ حالانکہ یہ درست نہیں ہے۔ مضمون نگار نے پنجدہ دیک صد ہزار سے مُراد ۱۱۱۵ھ لی ہے جو زیادہ صحیح ہے۔

اودلیِ عصر مُرشد نامدار
درسن پنجدہ دیک صد ہزار (۱۱۱۵)
روزِ جمعہ ماہِ رجب بوقتِ شام
دی خلافت "گنج الاسرار" بخشے نام

(ظہورِ کلّی: شاہ تراب باب نمبر ۱۹)

پیر پادشاہ حسینی اور شاہ تراب چشتی

اسلام کی تبلیغ واشاعت اور صوفیانہ طرزِ زندگی کا جو مشن میراں جی شمس العشاق نے شروع کیا تھا پیر پادشاہ حسینی نے اُسی مشعل سے اپنے مریدین کی رہبری کی۔ انھیں دیگر مقامات کی طرف روانہ کیا تاکہ ان کے پیغامات کی توسیع ہوسکے۔ اسی قسم کا حکم انہوں نے شاہ تراب چشتی کو بھی دیا تھا۔ شاہ تراب نے اپنے مُرشد کے حکم کو شعری جامہ اس طرح پہنایا ہے:[1]

جو تیری خدمت کرے گا استوار
اور رہے گا تا قیامت استوار
جا کے کرناٹک میں ہو تکیہ نشیں
محرمِ رازِ امیر المومنین!
جس سے توں راضی خدا راضی ہے
توں نہیں راضی توں او راضی ہے

(ظہورِ کلّی از شاہ تراب چشتی)

[1] من سمجھاون مرتبہ ڈاکٹر سیدہ جعفر ص: ۱۹

اُپنشد کی تعلیم کے مُطابق گرو یعنی پیر و مُرشد کی ہستی خدا کے مترادف ہے اور صفائے قلب کے لیے انتہائی ضروری سمجھی گئی ہے۔ شاہ تراب کے یہاں بھی اسی قسم کا تاثر موجود ہے۔ مثنوی "گلزارِ وحدت"[1] میں شاہ تراب کے مندرجہ ذیل اشعار قابلِ غور ہیں ؎

خدا ہے نور محمد نور علی ہے — کریں سب اس کو سجدہ پیر ہور امیر
اتھا حضرت علی کا نور دیدہ — او حضرت پیر پاشاہ حق رسیدہ
تراب نقش پائے آں ولی ہے — کہ جس کا جدا امین الدین علی ہے

شاہ تراب چشتی اپنے پیر و مُرشد کی محبت میں حد درجہ سرشار تھے۔ انہوں نے پیر پادشاہ چشتی کو "ثانی حیدر"، "حسینی پیر" کے القاب سے بھی یاد کیا۔ انھیں "ثانی امین الدین علی" اور "ولیِ خدا" تصور کیا۔ بلکہ یہ بھی کہا کہ جو بھی "شہیدِ ناز" حُبِ حق میں سرشار راہِ معرفت کی تلاش و جستجو میں پیر پادشاہ حسینی کے پاس پہنچا، اُسے انہوں نے وصالِ یار سے مشرف کیا

شہیدِ ناز جو اس پاس آیا — وصالِ یار دے اس کو جلایا

"گیان سروپ" میں شاہ تراب چشتی نے پیر پادشاہ حسینی کی ذات کو گُلِ تر سے تشبیہ دی ہے۔ جس کی عرفانی مہک سے شاہ تراب کا گلشنِ ہستی مسحور ہوگیا تھا۔ شاہ تراب کے ان اشعار سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پیر پادشاہ حسینی اپنے وقت کے جید عالم اور صوفیِ کامل تھے ان کی شہرت گلی گلی اور کوچے کوچے تک پہنچی ہوئی تھی ؎

پیر پادشاہ صاحب بڑے ولی — ہے دادا جن کا امین علی
جیوں خوشبو پھول کی کھلی کھلی — یوں مشہور ہے او گلی گلی[2]

---

[1] گلزارِ وحدت: از شاہ تراب چشتی۔ مُرتبہ مضمون نگار

[2] گیان سروپ از شاہ تراب مُرتبہ مضمون نگار بند نمبر ۴۴

"حال" اور "قال" کی تمام باریکیوں سے پیر پادشاہ حسینی نے اپنے خاص الخاص مرید شاہ تراب کو پوری طرح آگاہ کر دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ شاہ تراب کے "من" کو "حسینی پیا" بھا گیا تھا۔ چنانچہ کہتے ہیں۔ ؎

پیر پاشا صاحب اولیاء
میں ان سے حال اور قال لیا
او ہادی اپنا کرم کیا!
من بھایا میرے دہی پیا
میں درشن کا جو شراب پیا
تن من کا جھگڑا چکا دیا

جو پیر حسینی پیا راہے
اے تراب اوس بلہا راہے[1]

شاہ تراب چشتی کی فارسی نثر کا اقتباس مضمون نگار کو حال ہی میں دستیاب ہوا ہے یہ اقتباس کئی اعتبار سے غور طلب ہے ملاحظہ ہو ؎

"روزے مرشدِ حقیقی کعبۂ تحقیق حضرت پیر پادشاہ حسینی قدس اللہ سرہٗ العزیز در باغِ آشتی جلوس رقص فرمودند و ہمہ خلفاء و مریداں در مجلس حاضر بودند
دریں حالت میاں — صاحب المعروف گنج بخش
سوال نمودہ کہ یا مرشدنا اصلِ حضرتِ خمس
چہ چیز است، آں قبلہ برحق کعبۂ مطلق
ایں غلام می فرمودند کہ اے "گنج الاسرار"

---

[1] گیان سروپ از شاہ تراب مرتبہ مضمون نگار بند نمبر ۴۹

جوابِ پسرِ منعرب گنج بخش دریاب
وحضرت مخمس بگو۔ غلام بموجب حکم
سجدہ بجا آوردہ وگفت میاںصاحب
اگر عالم غیب می پرسی ایں بیت کافی است ؎

درگوشِ تو جملہ است ازاں دانستم
کہ بناگوشِ تر بوسہ زور آب شد

اگر حقیقتِ عالم شہادت خواہی ؎
کہ شمہ تیغ و مژہ خنجر و نگہ الماس — شہادت ار طلبی دشتِ کربلا اینجا است
و اگر عالمِ ارواح بگویم ایں بیت کافی است ؎
چہ گویم وصفِ آں زیبندہ بینی — اگر بینی دگر خود را نہ بینی
و در حقیقت عالم مثال ایں حال شاہدِ قال است ؎
سرچشمۂ خضر است دہانیکہ تو داری — ماہی است درآں چشمہ زبانیکہ تو داری
و در مرتبۂ عالمِ اجسام ایں اشارہ بس است ؎
حیف باشد در وفا کم بودن از رنگِ حنا — عمر آں بہتر کہ در پائے نگار آخر شود
باز حضرت پیر و مرشد ایں غلام (عہد ۹) آفریں و تحسیں فرمودند وارشاد کردند ؎
در نیابد حالِ پختہ ہیچ خام — پس سخن کوتاہ باید والسلام:۔ یعنی
مرتبہ جامع کہ انسان کامل است مظہر آسمانِ الہی کلی است چنانچہ پیر و مرشدِ حقیقی
میفرمایند ؎
مرتباتِ حقیقتِ انسانی است — سرِ ذاتِ مظہر رحمانی است — فہماً من فہم[1]

---

[1] مجموعۂ نظم:۔ از شاہ تراب و دیگر انجمن ترقی اردو علی گڑھ ۲۹۷/۹۴ ص ۶۳

سنہ ولادت اور وفات :-

سخاوت مرزا صاحب پیر پادشاہ حسینی کی تاریخ ولادت سے متعلق رقمطراز ہیں کہ - بعض اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب بیجاپور میں سلطان علی عادل شاہ ثانی ۱۰۶۷–۱۰۸۳ھ کے آخری عہد میں پیدا ہوئے. مثلاً فرماتے ہیں ؎

جب سوں کہتا ہے تجہ پو فضلِ علی
تب سوں پایا حسینی اوطان کوں

اوطان وطن کی جمع ہے. اس سے مراد مدد معاش، عطیاتِ سلطانی اور یہ لفظ اب بھی انھیں معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور محکمہ مالگزاری حیدرآباد دکن تو مشہور عام اصطلاح ہے. دوسرے شعر میں علی عادل شاہ ثانی کی شاعری کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے.

ہوا تھا شوق مجکوں طبع تیری آزمانے کا
نہیں ثانی ترا جگ میں تو نادر ہے زمانے کا

چنانچہ علی عادل شاہ ثانی "استادِ عالم" کے نام سے مشہور تھا. اور دکنی شعرا کے کلام کو سنتا اور اصلاح بھی دیتا تھا. دوسری جگہ حسینی فرماتے ہیں ؎

تجہ پو حسینی فضل علی کا ہوا اتال
تب تو کھیا ہے دل سوں فی الفور یو سخن
بندۂ صادق علی نے فضل سوں اپنے
حسینی کو دیا ہے علم مخفی خزانے کا

• آخر الذکر میں علی رضا سے مراد ان کے والدِ ماجد حضرت علی پیر ہیں[1]

سخاوت مرزا صاحب نے اپنی تحقیق کے بموجب پیر پادشاہ حسینی کی تاریخ ولادت ۱۰۶۲

---

[1]. دیوانِ سید شاہ حسینی پیر، مضمون از سخاوت مرزا، اردوئے ادب دسمبر ۱۹۶۰ء ص: ۳۱

متعین کی ہے۔ شاہ تراب چشتی کی تصانیف سے خصوصاً گلزار وحدت کے مطالعہ سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ پیر پادشاہ حسینی ۱۱۷۳ھ تک بقید حیات تھے۔ یہ نظم بھی اسی سنہ میں مکمل ہوئی۔ لہذا سعادت مرزا صاحب کی قیاس آرائی بڑی حد تک صحیح معلوم ہوتی ہے۔

اب رہا پیر پادشاہ حسینی کے سنہ وفات کا سوال! اس سلسلہ میں صرف اتنا کہنا کافی ہوگا کہ پیر پادشاہ حسینی نے طویل عمر پائی تھی۔ وہ یقیناً ۱۱۷۳ھ تک زندہ رہے اور اسی سنہ کے آس پاس انہوں نے اس جہانِ فانی کو لبیک کہا۔ شاہ تراب چشتی نے نظم "گیان سروپ" میں پیر پادشاہ حسینی سے عالمِ خواب میں رہبری حاصل کی ہے۔ جو اس بات کی بین دلیل ہے کہ اس وقت پیر پادشاہ حسینی وصال پا چکے تھے۔ ورنہ شاہ تراب اپنے پیر و مرشد سے متعلق اس طرح کیوں کر لکھتے۔ نظم "گیان سروپ" کے سنہ تصنیف کی تحقیق نہ ہوسکی ورنہ اس مسئلے کی عقدہ کشائی میں ہمیں ایک ٹھوس ثبوت فراہم ہوجاتا۔ شاہ تراب کا بند ملاحظہ کیجئے۔ سہ

میں سپنے میں تھا تمام رات　　پیر پادشاہ صاحب پکڑے ہات

کر ہشیار بیچ کوں کھلے بات　　جو سمسکرت کو بنا نکات

سب عارف پاویں ذات صفات　　اور قائم دائم میرے سات

جس پیر حسینی پیارا ہے

اے تراب اس کا ہارا ہے[1]

بحیثیت شاعر:۔ ڈاکٹر سیدہ جعفر محی الدین نے مقدمے میں پیر پادشاہ حسینی کی شاعرانہ عظمت پر اس طرح اظہار خیال فرماتی ہیں سہ

"پیر پادشاہ حسینی اپنے زمانے کے اچھے شاعروں میں شمار کئے جاتے تھے۔ ان کا دیوان

سہ۔ گیان سروپ: از شاہ تراب مرتبہ مضمون: (بند نمبر ۱۵)

"دیوانِ حسینیؒ کے نام سے اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد میں موجود ہے جس کے مطالعہ سے اُن کی قادرالکلامی اور ان کی شعری صلاحیتوں کا پتہ چلتا ہے۔ اُن کی غزلیں سراجؔ اورنگ آبادی، ولیؔ، عاجزؔ اور یقینؔ کی یاد دلاتی ہیں۔ پیر پادشاہ حسینی کی غزلوں میں بڑی سلاست، روانی، گھلاوٹ، شگفتگی اور بے ساختگی پائی جاتی ہے۔"[1]

پیر پادشاہ حسینیؒ کی شاعری سے متعلق سخاوت مرزا کی یہ رائے ہے کہ "حسینی ایک دکھنی شاعر تھے، ان کے کلام میں دکنیت نمایاں ہے۔ اور یہ وہی زبان ہے جو سراجؔ اورنگ آبادی اور عارف الدین خاں عاجزؔ کی ہے۔ کلام میں سوز و گداز ہے اور تصوف غالب ہے۔ بعض عاشقانہ اشعار غزل کی جان ہیں اور بمنزلہ تیر و نشتر ہیں۔ مثلاً

نہیں دنبالۂ چشم پہ دیر رہا ہے لوٹ کر کانٹا جگر میں"[2]

دراصل پیر پادشاہ حسینی کی غزلیں تصوّف کی چاشنی سے بھرپور ہیں۔ انہوں نے غزل کے روایتی انداز کو برقرار رکھا۔ ان کے یہاں فارسی اور سنسکرت کی دقیق تراکیب کا استعمال زیادہ نہیں ہے۔ البتہ عربی آیات اور احادیث کے جابجا اشارے موجود ہیں۔ پیر پادشاہ حسینیؒ کا کلام ان خصوصیات کا اس لیے حامل ہے کہ انہوں نے اپنے صوفی با طریقت دادا اور صوفی صافی والد کے ہاتھوں تعلیم و تربیت پائی تھی۔ علومِ ظاہری اور باطنی میں انہوں نے اپنے والدِ بزرگوار سے براہِ راست کسبِ علم کیا تھا۔ اور وہ ان کے مُرید و خلیفہ بھی تھے۔

دستیاب کلام کی فہرست

دیوان پیر پادشاہ حسینی تین مخطوطے جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے

۱۔ دیوانِ حسینی مملوکہ اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد۔ یہ دیوان خطِ نسخ میں لکھا ہوا

---

[1] من سمجھاون، شفقت آب حسینی، مرتبہ سیدہ جعفر ص: ۴۷

[2] دیوان سید شاہ حسینی، اردو ادب، نومبر ۱۹۶۳ء، ص ۴۸

ہے۔ یہ نسخہ ناقص الآخر ہے۔ اور اس کا کاغذ دیسی ہے۔ مرتبِ فہرست نے اس کا سنہ تصنیف ما بعد ۵۰۰ھ لکھا ہے۔ اس دیوان میں قدیم اردو میں ۴۴ اور فارسی میں چار غزلیں ہیں۔ قدیم اردو کی ۲۵ ویں غزل کا صرف ایک مطلع درج ہے۔ اس کی ابتدائی عبارت یہ ہے۔

"حسینی پادشاہ ابن برہان الدین ثانی بن علی پیر بن پادشاہ حسینی ابن امین الدین علی اعلیٰ بیجاپوری (از شجرۂ بیجاپور) مرید و خلیفہ علی پیر جدِ آں (از مخزن الامین)"

یہ دیوان اس شعر پر تمام ہوتا ہے

آج کرتا ہے بات کچھ کا کچھ ۔۔۔ خوب دیکھ سنگات کچھ کا کچھ

(ب) دیوانِ حسینی کا ایک مخطوطہ کتب خانہ انجمن ترقی اردو کا مخزونہ ہے۔ اس مخطوطے کا اندراج "۵۲۹ دواوین کے تحت ہے مضمون نگار نے اس مخطوطے کا مطالعہ کیا ہے افسوس ہے کہ یہ مخطوطہ بری طرح کرم خوردہ ہے۔ اس میں ایک شعر بھی مکمل پڑھنا دشوار ہے

(ج) دیوانِ حسینی کا تیسرا نسخہ پاکستان میں موجود ہے۔ اس مخطوطے تک مضمون نگار کی رسائی نہ ہو سکی ....

(۲) ایک علیحدہ غزل | یہ غزل مضمون نگار کو کتب خانہ انجمن ترقی اردو میں حاصل ہوئی تھی۔ یہ غزل سب رس کے شمارے میں (مئی ۱۹۷۱ء) شائع ہوگئی ہے۔

(۳) مثنوی مہ جبین و ملا سے اخذ کردہ دو غزلیں | یہ دونوں غزلیں شاہ تراب چشتی کی مثنوی مہ جبین و ملا میں موجود ہیں۔ یہ مثنوی مضمون نگار کے زیر ترتیب ہے اور عنقریب کسی موقر ادبی جریدے میں شائع ہوگی۔ غزلیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) سہودی کا عجب نادر گلا ہے ۱ کہ جس پر حملہ عالم مبتلا ہے

اوجھی کیوں ہر یک آواز کے تئیں ۲ کہ یہ ہمدرداں سری الاوین گلا ہے

کرے تشخیص ہیر تسکا پی کر کر ۳ کہیں ہیر میگ کا چھا یا ملا ہے

تمی سوذات بن کر آپ سو لوز   ‌ فواحِ روح اور مدنا طا ہے
ادسی خواہش ستی ہر ایک اثر میں   ‌ بشوقِ ماہیت یک دلولا ہے
اسے اس وضع سوں تبدیل آواز   ‌ کہ نفیِ ذات سے جنوں لسلا ہے
حسینی جس کے تیئں آواز کھتے   ‌ سو ہر چھری منے اوتر ملا ہے

(۲) یو ھیں دل بے مشقت اسکو پایا   ‌ جو کوئی عالم کتیں ہستی میں لایا
معانی کے چمن میں غنچۂ لفظ!   ‌ کھا دل جیوں ہمو ضعش کلا یا
کیا میں اوس سبب ز ہد دریائی   ‌ سراسر مگر سیر مجھکو دس آیا
مسگر کیا سچ میں تبدیل آسماں   ‌ جو کیتا صبح سوں اور جامی مچایا

براہے دیدنِ دیدارِ جاناں نا
اوپر کر پاؤں نا سر کو لڑایا

فارسی غزلیں | پیر پادشاہ حسینی فارسی کے بھی اچھے شاعر تھے۔ اُن کے دیوان میں فارسی کی چار غزلیں پائی جاتی ہیں جو حسب ذیل ہیں۔ یہ غزلیں نازک خیالی اور ندرتِ تشبیہہ کا بہترین نمونہ ہیں

۱۔ ہر آنچہ می نمایدایں خیال است   ‌ تو ــــ خود راچہ حال است
توئی ناظر توئی منظور راحق   ‌ نظر در ــــ بمثال است!
نظر در ہستیِ خود چوں شود خصم   ‌ در آنجا خود بخود عین فعال است
نمی بینم کسے جا خود نمائی   ‌ ہمہ جامی نماید قیل وقال است

بغیر از شاہدِ خود نیست کارے
حسینی را ازو ذوقِ کمال است

۲۔ صنم بطعنہ مرا یاد میکند چکنم   ‌ دلِ شکستۂ ما شاد میکند چہ کنم
بغیر یادِ تو یاد دگر مباد مرا   ‌ دلم ز عشقِ تو فریاد میکند چہ کنم
بتارِ زلف گرفتار کردۂ دلِ ما   ‌ ز تارِ فتنہ ایجاد میکند چہ کنم

بہر عارفیت کہ عار ربی است دل شکیں را — کہ داد گر ہمہ بر یاد میکند چہ کنم

نوید عشق فرستادہ است حسینی را

بہ عزہا ہمہ ارشاد میکند چہ کنم

۳۔ در دم دلدار دارم انتظار کیستم — جاں بدستِ یار دارم جاں نثار کیستم

خوردہ ام مے از لبِ یارم ؟ دل مست گشت — عاشق و معشوق خویشم بے قرار کیستم

سرخی در چشم من عکسِ رخِ یار من است — لالہ ام در باغ وصلت داغدار کیستم

زُلفِ دامِ رساکمندِ صیدِ خانم گشتہ است — مرغِ جاں چوں شد اسیر شکار کیستم

اے حسینی جز خیالِ یار در دل جا مدہ

صحبتِ دلدار دارم آہ یار کیستم!

۴۔ ہست بر ابروے تو خالِ سیہ اے نازنین — قصد صورت داشتہ رنگے رسید از راہ چین

زلفِ یار زنجیرِ قدرت دامِ بار بار سیہ — موجِ بحرِ ہستیِ مشتاق یا موئے عنبریں!

از نگاہِ دیدہ پُر آشوب شاہنشاہِ حسن — فتنۂ ہا برخاستہ بر دیدۂ خوش رائے ہیں

سرِ بستانِ عدن یا قامتِ نخلِ مراد — یا قدرت راحق زقدرت آفریدہ اینچنین

اے حسینی او نگہ صد پیچ و تابے خورد

پس نزاکت درد آنموئے میانِ کمتریں[1]

مخمس۔ مظہر جانِ جاناں کے شاگرد انعام اللہ خاں یقینؔ کی غزل جس کا مشہور مطلع یہ ہے ؎

زنجیر میں زلفوں کے پھنس جانے کو کیا کہیے

کیا کام کیا دل نے دیوانے کو کیا کہیے

اس کے آخری مصرعہ پر پیر پادشاہ حسینی نے ایک عارفانہ مخمس کہا تھا۔ جو مخزن الامین[2] مصنفہ

---

[1] دیوانِ حسینی۔ اسٹیٹ لائبریری حیدر آباد
[2] مخزن الامین (دکھنی)، کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد (فن تصوف قلمی)

امین الدین ثانی ابن پیر پادشاہ حسینی درج ہے۔ یہاں ہماری معلومات میں اس قدر اضافہ ہوتا ہے کہ پیر پادشاہ حسینی کے فرزند ارجمند صاحب زادہ سید امین الدین ثانی بھی صاحب تصنیف و تالیف تھے۔ یہ عارف کامل تھے۔ ان کی تین تصانیف دستیاب ہیں۔ پیر پادشاہ حسینی کے مخمس کے بند ملاحظہ ہوں۔ ؎

تجھ عشق کے سودے سوں آرام نہیں مجکوں
بے کل ہوں تڑپنے بن کچھ کام نہیں مجکوں
انکھیاں ہے کے بجز مسکن بسرام نہیں مجکوں
جز شاہدی شاہد کے انجام نہیں مجکوں
کیا کام کیا دل نے دیوانے کو کیا کہیے

جب لوز کے دریا میں یک رنگ ہو جاوے گا
امواج نمن سر کوں ہستی سوں اوجاوے گا
سقہ اہے سولی چڑ آپس کو سزا دے گا
تب رازِ حسینی گنجِ مخفی کا بتادے گا
کیا کام کیا دل نے دیوانے کو کیا کہیے[1]

نو دریافت کلام

انجمن ترقی اردو علی گڑھ ایک مخطوطے (د $\frac{۲۹۷}{۹۲}$) میں پیر پادشاہ حسینی کے نہایت چہیتے شاگرد شاہ تراب حسینی کا بیشتر کلام موجود ہے۔ اسی مخطوطے میں "ارشاد پیر پادشاہ حسینی، صاحب قبلہ" کے عنوان سے تحت مندرجہ ذیل کلام موجود ہے۔

۱۔ غیب کے پردے سے وحدت کے تئیں کر آشکار   درمیان دو[2] مراتب چار کیتا اعتبار

---

[1] من سمجھاون از شاہ تراب مرتبہ ڈاکٹر سیدہ جعفر ص ۳۷ ۔ ۳۸

منتفی ہوئے سبوں عدد ان کے وسے ہو حرف ہو ۔ اس سبب ہے ذات پر یعنی احد کا کل قرار
ہے سبب اعداد کے اثبات ہونے میں تمام ۔ واحدیت کی سمجہ ہیں اعتبارات چہار
اتحادی کل ہے اوس ترتیب تے تیں کہتے تنیون ۔ ہور تعین اوہیں پھر اوس کوں کہتے ہیں سہا
یعنے دائرکوں کہتے جیتے تعین دو یمی ۔ اس سبب اوّل نقطہ سوں دایرا آیا ہے شمار
خط کے تیں کہتے تعین سیوم صاحب کمال ۔ بعد دایرہ ہی نقطہ سوں خط ہوا ہے ہو لکار
حضرت ما اس سبب لولے تعین چہارمی ۔ جب تلک نیں سطح تب تلک کیوا ملے دائرکو مدار
یا لمالو لااک اوس کی شان میں مرقوم ہے ۔ جس کے چہرے پر سہے دایم معشوقیت کا بہار
عین ہو کر کون سکے عدد نیتی اوہیں پاوے سب ۔ کلہم کوں اس سبب ہستی میں لایا ایکبار
الله ذات عین نے کیا دائرہ پایا ہے غیب ۔ جس منے دستے ہیں سب ہو عین ہو کر استوار
مرد مک ہو کر دیے غیب ہوئیت کا نقطہ ۔ اوس نقطہ سوں ہو تلی اسود دسے دایر کے سار
اوس منے خط نگہ کوں ہر زخ کیرا سمجہ ۔ مرتبے دو دلوں دسیں شرح ہو وریں انتہا
کیوں نہ اس سطح پو رہیں اوّل دویم ہم سیوم ۔ سطح سو یعنی سفیدی ہر رشتہا کیار
سطح کوں واجب اگر بولوں بجا ہے گر تمیز ۔ جیوں میانے جلد مصحف ہر کلام کردگار
یوں ہے اس تن دل کے اوپر اسم حسینی فی المثل ۔ ہے مظہر جیوں نے قرآن پو نقش ونگار
دل مقصود ہو گند یا گلدستہ حسن تمام دولی ۔ دسن گاہ دلبری ہے جس منے سرتا قدم
دو نوں پٹیا نکے کنارے ٹکو نیلا مرستی ۔ حسن کے گلشن کے تیں سیراب کرنے دمبدم
اس کھبالی لٹ منے شلتے سیلانے پن ستے ۔ منے یک موز پایا گرچہ کھویا سب جنم
صفحہ گل پر غلامی خط دیا سنبل نے لگ ۔ دیک کر رخسار پر اوس زلف کے تیں لابرم
جذر کامل ہے جبیں یا آفتاب صبح خیر ۔ مطلع انوار ہے یا منے حسن قدم
قشقہ ہے اوس جبہ پر یا فرد اوپر حسن کے ۔ اسم ذاتی کا الف ہے از ید قدرت رقم
گوش یا کان سمع یا تنالیہ (؟) عرش بریں ۔ یا صدف ہے جس منے دُر راز کے رہتے ہیں جم

کیوں نہوے قوسِ قزح دار خجالت منفعل   رشک سیں ابرو کے ہے سب فرنگستانِ عدم
نخلِ قدِ دلبربا کے تک نزاکتوں نجہاد (؟)   بار دو یا دام سوں ابرو کے ہو رہنے شاخ خم
چنگلِ شاہین ہو دستے ہیں مژگاں دراز   صید آں ہووے اگرچہ ہے بجا مرغِ دلم
جس کا شاگرد ادنیٰ علیں سحر سامری   اے دل اوس چشمِ سیاہ کا دیکھ ہے مغتنم
نکتہ جیم جمال اللہ دِستا مردمک   ہے نکتہ یوں اوس منے جیوں نورِ ذاتی در قلم
واحدیت احدیت کے بیچہ وحدت نا سکہ (؟)   فی الحقیقت میں لو بتی (؟) ہے دیکھو برنگ تم
گر تبسم میں دکھاوے سحر گر تو کیا عجب   مکہ منے دہرنے ہے کالے او صنم اعجاز جم
کیوں سہے ہو کر شگفتہ گلشنِ معنی کی کل   جب تلک آوے نہ ہو شیریں سخن غنچہ فم
ہے عرق رخسار پر یا ہے گلاب از گل جدا   یا کل خورشید ہے گا حسن کے شبنم سوں نم
گرچہ صد یوسف ز کنعاں آویں اوس کے دیدکوں   گر پڑیں یکبار اوس چاہِ ذقن میں ہو تدم
اس دلِ مشتاق کے ہو کر دسیں سب باقوت لوٹ   سینہ دسا مدد بازو ہم کفِ دستِ صنم
صاف سینہ میں دو پستاں یا حباب بحرِ حسن   یا دو شاہ نازنیں ہیں کر دو فرِ بیش و کم
گر نمایاں گاہ کم چشم تو ہم ہیں کمر   یا اماوس کا چندر اچھڑ نہیں دستا ہے ہم
نقش قالیں ہو رہے سب گلرخاں یکبار کے   دیک کر اوس کے قدم میں حسن کا قائم پدم
اے صنم دیکھے اگرچہ تجہ نزاکت کا خرام   کیوں نہ دوڑیں تجہ جلو میں سروِ گلزارِ ارم
یک بیک او دلربا ہمدم حسینی سوں ہوا   ہے سراپا جس منے صد شیوۂ لطف و کرم

جناب سخاوت مرزا صاحب نے ہاشمی بیجاپوری (۱۱۰۹ھ) شیخ محمود بحری (۱۱۳۰ھ متوفی) ولی دکھنی (۱۱۹ھ متوفی) عزلت (۱۱۸۰ھ) عارف الدین خاں عاجز (۱۱۷۸ھ) سراج اورنگ آبادی (۱۱۷۷ھ) میر عبد الحی تاباں مظہر جان جاناں (۱۱۹۵ھ) اور انعام اللہ خاں یقین (۱۱۶۸ھ) کو بیدر پادشاہ حسینی کے معاصرین میں شمار کیا ہے اور لکھا ہے کہ حسینی کی شاعری ان شعرا کی خوشہ چینی ہے ....